عظمتِ قرآن

حضرت مولانا شاہ عبدالرحیم رائے پوری قدس سرہٗ

قطب الارشاد حضرت مولانا شاہ عبدالرحیم صاحب رحمۃ اللہ علیہ نے رائے پور ضلع سہارن پور میں آج سے سو سال قبل ۱۰ رمحرم ۱۳۳۴ھ بروز جمعہ مدرّسینِ مدارسِ قرآنیہ متعلقہ مدرسہ رائے پور و دیگر حضرات کے مجمع میں یہ وعظ فرمایا تھا۔ جسے علماء نے پسند فرمایا اور کئی حضرات نے شائع کر کے تقسیم کیا۔ یہ وعظ اپنی افادیت کے اعتبار سے آج سو سال بعد بھی نہایت اہم اور نفع بخش ہے۔ حضرت کی زندگی میں اُن کے ایک متوسل نے اس نوٹ کے ساتھ اسے شائع کر کے تقسیم کیا۔

''توفیقِ ایزدی سے میرے دل میں بھی اس بابرکت وعظ کی طباعت و اشاعت کا خیال پیدا ہوا۔ میں نے حضرت سیدی و مولائی مولانا الحاج الشاہ محمد عبدالرحیم صاحب رائے پوری سے اجازت طلب کی۔ اور اس وعظ مبارک کو طبع کرا کر حبۃً للہ مفت تقسیم کرتا ہوں کہ میرے لیے باعث ثواب و ذخیرۂ آخرت ہو۔ (طالبِ دعا: محمد خورشید علی قریشی عبّاسی سرسوی) (ادارہ)

بعد درود شریف فرمایا کہ مولوی نور محمد صاحب و مولوی عبداللہ صاحب نے مجھے امر فرمایا ہے کہ میں کچھ ضرور عرض کروں۔ اگرچہ بولنا دشوار ہے اور دماغ کمزور ہے مگر اُن کے فرمانے سے عرض کرتا ہوں۔ خیال سے سن لیں اور اس کے بعد مطلع فرماویں کہ آپ کی طبیعتوں نے اسے قبول کیا ہے یا نہیں۔ آپ صاحبان کو جو اتنی دور آنے کی تکلیف دی گئی ہے اور آپ دو دو تین تین منزلیں طے کر کے یہاں آئے ہیں، سوا اسی غرض سے کہ آپ صاحبان مناسب مشورہ فرماویں۔ یہ مشورہ لینا ہے امر نہیں ہے، کہ کوئی اس قسم کا معاملہ سمجھیں کہ کوئی ملازم سمجھا جاتا ہو یا کسی قسم کی حکومت سمجھی جاتی ہو بلکہ مشورہ لینا ہے۔ آپ صاحبان کی جو رائے ہے وہ دینی چاہیے۔ اگر آپ کے نزدیک کوئی غلطی ہو تو بیان کر دینی چاہیے کہ اس میں یہ غلطی ہے۔ لیکن اس کے عرض کرنے سے پیشتر اوّل یہ بات عرض کرنی ہے کہ حق تعالیٰ نے قرآن پاک میں اپنا احسان جتلایا ہے مومنین پر۔ کہ ہم نے تم پر احسان کیا ہے تم میں سے ہم نے رسول بھیجا۔

(لَقَدْ مَنَّ اللّٰهُ عَلَى الْمُؤْمِنِيْنَ اِذْ بَعَثَ فِيْهِمْ رَسُوْلًا مِّنْ اَنْفُسِهِمْ يَتْلُوْا عَلَيْهِمْ اٰيٰتِهٖ. (پارہ ۴، آل عمران، آیت ۱۶۴)

حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے مبعوث فرمانے کو مومنوں پر احسان فرمار ہے ہیں اور یہ سب جانتے ہیں کہ احسان کسی بڑی ہی شے کا جتلایا جاتا ہے اور احسان بھی جو بہت بڑا ہو۔ حالانکہ ہم سب اُسی کے پیدا کیے ہوئے ہیں، اُسی نے ہاتھ، پیر، ناک منہ دیا ہے اور سب اُسی کا عطیہ ہے لیکن یہ معلوم ہوتا ہے کہ یہ بہت ہی بڑا احسان ہے۔ وہ احسان حق تعالیٰ کا حضور صلی اللہ علیہ وسلم کو مبعوث فرمانا ہے۔ حضور کیا لے کر آئے ہیں، وہ قرآن پاک ہے۔ اس کے آگے فرماتے ہیں:

''یَتْلُوْا عَلَیْهِمْ اٰیٰتِهٖ وَ یُزَکِّیْهِمْ وَ یُعَلِّمُهُمُ الْکِتٰبَ وَ الْحِکْمَةَ. الیٰ آخرالآیۃ

اللہ کی آیتیں تم کو سناتے ہیں اور کتاب کی تعلیم دیتے ہیں۔ گویا حضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو قرآن شریف کی تعلیم دینے کو ہی مبعوث فرمایا ہے۔ تو وہ نعمت جس کو رسولِ پاک صلی اللہ علیہ وسلم لے کر آئے اور جس کا احسان حق تعالیٰ جتلاتے ہیں وہ یہی قرآن پاک ہے۔ جس کی نسبت حق تعالیٰ فرماتے ہیں اگر ہم اس کو پہاڑوں پر نازل فرماتے تو وہ دب جاتے اور پھٹ جاتے۔ اور یہ اثر اِس کا ہے کہ اگر قرآنِ پاک کو آنکھوں پر رکھو تو آنکھوں کو ٹھنڈک ہو، سر پر رکھو راحت ہو، سینہ پر رکھو تو سُرور ہو، جب اس میں یہ اثر ہے تو جن سینوں میں حق تعالیٰ نے اس قرآن کو رکھ دیا ہے اُن میں کیا برکت ہوگی۔

اور حدیث میں یہ مضمون آیا ہے کہ حافظ کے والدین کو قیامت کے دن تاج پہنایا جاوے گا کہ جس کی روشنی سورج کی روشنی سے بڑھ کر ہوگی۔ تو جب والدین کو جو کہ وسیلہ بنے ہیں تعلیمِ قرآن کے، یہ انعام ملے گا تو حافظ کو کیا اجر ملے گا۔ اسی پر قیاس کر لیا جاوے۔ فکر کرنے سے ہر شخص سمجھ سکتا ہے کہ دنیا کے اندر بلکہ آخرت کے اندر بھی قرآنِ پاک سے بڑھ کر اور کوئی نعمت نہیں ہے۔ جس کو اللہ تعالیٰ بصیرت دیں وہ خوب سمجھ سکتا ہے۔ چنانچہ حدیث شریف میں آیا ہے کہ ہر آیت پر حافظ کا ایک درجہ بڑھایا جاتا ہے۔ اور حدیث میں آیا ہے کہ اگرچہ دنیا میں وزیر، امیر، بادشاہ بھی ہیں لیکن جس کو اللہ تعالیٰ نے قرآن پاک کی نعمت دی ہو اور وہ یوں سمجھے کہ مجھ سے زیادہ دنیا میں اور کسی کو نعمت ملی ہے تو اس نے گویا قرآن پاک کی قدر نہیں کی۔ جو کوئی کسی نعمت کی قدر نہیں کرتا ہے اور شکر یہ ادا نہیں کیا کرتا وہ رحمت نہیں رہتی بلکہ زحمت ہو جاتی ہے۔ اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں:

لَئِنْ شَکَرْتُمْ لَاَزِیْدَنَّکُمْ وَ لَئِنْ کَفَرْتُمْ اِنَّ عَذَابِیْ لَشَدِیْدٌ. (پارہ:۱۳ سورت: ابراہیم، آیت ۷)

اگر تم شکر کرو گے میں اور زیادہ کروں گا اور اگر تم ناشکری کرو گے تو میرا عذاب سخت ہے۔

حق تعالیٰ کی اتنی بڑی نعمت کی قدر نہ کرنا بڑا کفرانِ نعمت ہے۔ اسی واسطے ناقدر کی نسبت حدیث شریف میں یہ مضمون آیا ہے کہ نااہل کو علم سکھلانا ایسا ہی ہے کہ جیسے خنزیر کو موتیوں کا ہار پہنانا۔ بھلا خنزیر کی صورت پر موتیوں کا ہار کیا پھبے گا؟

اپنے خیال میں یوں آرہا ہے کہ نااہل سے وہ لوگ مراد ہیں کہ علمِ قرآن کی نعمت عطا فرمائی جاوے اور وہ قدر نہ سمجھیں۔ جس کسی کو اللہ تعالیٰ نے قرآن پاک عطا فرمایا اور وہ قدر نہ کرے تو بس ایسی ہی مثال ہے جیسا کہ خنزیر کی ہے۔ حقیقت میں سوچ کے دیکھ لیجیے کہ یہ قرآن پاک کیا شے ہے۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم تو اس کے لانے والے ہیں اور حق تعالیٰ کا کلام ہے۔ اس نعمت کا کوئی مول نہیں۔ اتنی بڑی نعمت پر قدر دانی نہ کرنا بڑا کفرانِ نعمت ہے۔ کسی بزرگ کا شعر ہے:

ہر دو عالم قیمتِ خود گفتہ
نرخ بالا کن کہ ارزانی ہنوز

حقیقت میں یہ اتنی بڑی نعمت ہے کہ دونوں جہان دے کر بھی سستا ہے۔ سمجھتے بھی ہو کہ جس سینے میں قرآن

شریف بھرا ہو وہ کس سینے کے مشابہ ہے؟ وہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے سینے کے مشابہ ہے۔ جس کو حق تعالیٰ نے یہ نعمت عطا فرمائی ہو اسے چاہیے کہ تمام دنیا سے مستغنی ہوجائے اگر وہ پانچ دس روپے آمدنی والوں کا محتاج بنا رہے تو یہ ناقدردانی ہے۔ جو کوئی اس نعمت کو لے اُس کو فقر وفاقہ پر قناعت کرنا چاہیے اس کو طالبِ دنیا نہ بننا چاہیے۔ اُس کی یہ شان ہو کہ اس نعمت کو لے کر دنیا ومافیہا سے مستغنی ہوجائے۔ کیا اس کی یہ قیمت ہے کہ پانچ پانچ دس دس روپیہ کی تنخواہ پر اس نعمت کو بیچتا پھرے۔ اگر کوئی تمام دنیا کی سلطنت کسی کو قرآن کے بدلے میں دینا چاہے تو قدر یہ ہے کہ وہ تھوک دے اس نعمت کا شکر یہ ہے کہ تم کو ٹکڑا نہ ملے۔ فقر وفاقہ کرو اور اس پر شاد رہو۔ جتنی نعمت کسی کو دی جاتی ہے اتنا ہی بوجھ اٹھانا ہوتا ہے۔ سپاہی پر بار ہوگا سپاہی، کا اور وزیر پر بار ہوگا وزیر کا۔ تو جب تم کو سینہ مشابہ سینۂ رسولِ اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے ملا ہے تو خدمت بھی اتنی ہی کرنی ہوگی اور خدمت یہ ہے کہ جو نعمت تم کو ملی ہے وہ دوسروں کو پہنچاؤ اور اس کی اشاعت کرو۔

دنیا کی نظروں میں شیخ، سید، پٹھان کو شریف سمجھتے ہیں اور تیلی، جولاہے کو ذرا رذیل۔ لیکن حق تعالیٰ کے یہاں شرافت شیخ، سید ہونے پر نہیں ہے۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے کہ تم میں سب سے بہتر وہ ہے، (دنیا کے اندر شریف وہ ہے) جو قرآن سیکھنے اور سکھانے والا ہو۔ یہ قرآن پاک اتنی نعمت ہے کہ اس کا سیکھنے اور سکھانے والا اللہ کے نزدیک دنیا میں سب سے بہتر اور سب سے شریف ہوجاتا ہے۔ اس کا شکر یہ یہ ہے کہ اس کو سکھاوے اور پھیلاوے، سکھانے کی صورت یہ ہے کہ اِس قرآن پاک کا بدلہ دس یا پانچ یا پچاس تو کیا ہوسکتے ہیں دنیا اور آخرت بھی اس کا بدلہ نہیں ہوسکتا۔ اگر کوئی اس بنیاد پر سکھائے کہ یہ دس پانچ روپیہ اُس کا عوض ہے، تو اس سے بہتر تو یہ ہے کہ وہ بھنگی کی نوکری کرلے اور پاخانہ اٹھاوے، آج کل اکثر طبیعتوں میں یہی ہے۔ ہم کیوں کوشش نہ کریں کہ حق تعالیٰ ہمارے قلوب سے یہ نکال دیں۔ اب یہ حالت ہے کہ محنت کر کے قرآن حفظ کیا ہے اور دس پانچ کی نوکری تلاش کرتے ہیں۔ بعض مُردوں پر پڑھتے ہیں یا رمضان میں سناتے ہیں، وہاں سے دس پانچ کا منافع ہوجاتا ہے۔ خیال کرلو کہ کس درجہ کا ذلیل ہے یہ شخص۔

دنیا کی عزت اور آخرت کی عزت اس میں ہے کہ فقر وفاقہ پر قناعت کرو اور اللہ کے واسطے اس کی اشاعت کرو کہ کسی طرح لوگوں کو پہنچ جائے۔ دنیا اور اہلِ دنیا اس کے مخالف ہیں۔ یہاں تک اثر ہے کہ مقتداؤں کا یہ خیال ہے کہ کیا قرآن پڑھا کر مسجد کا مُلّا بنانا ہے؟

مجھے یاد ہے کہ پانی پت میں مولانا مولوی عبدالرحمٰن صاحب کی خدمت میں، میں بیٹھا ہوا تھا۔ مجھے دیکھ کر کسی نے رائے پور کا ذکر کیا کہ اس طرح رائے پور میں قرآن شریف پڑھایا جاتا ہے۔ اس کو سن کر حضرت کو مسرّت ہوئی اور حسرت کے ساتھ فرمایا کہ کبھی تو پانی پت میں یہ حالت تھی۔ لیکن جب سے یہ مُجِہلے (مدرسے) ہوئے ہیں، قرآنی تعلیم اٹھ گئی۔ اللہ کا شکر ہے کہ مولوی عبدالسلام صاحب نے اس سلسلے کو جاری کر رکھا ہے۔ اب ہم اس زمانے میں ہیں کہ کوئی شخص بڑے لوگوں میں سے اس کا مددگار نہیں۔ غیر مذہب بھی اور اہلِ مذہب بھی سب کے سب مخالف نظر آتے ہیں۔

بعض کا خیال ہے کہ جولوگ حدیث وفقہ پڑھ رہے ہیں وہ بڑا کام کررہے ہیں۔ سوچنے کی یہ بات ہے کہ اگر کوئی شخص مکان بناوے خواہ دومنزلہ چار منزلہ یا پانچ سات منزلہ کتنا ہی بلند لے جاوے، کیسی ہی زیب وزینت کرے، شیشہ آلات وقنادیل لگاوے، گو ظاہر بین کو یہ مکان اچھا معلوم ہو۔لیکن سوچنے والا جانتا ہے کہ اگر بنیاد قائم ہے تو سب زینت قائم ہے۔ اسی طرح جتنے علوم قرآنی ہیں، وہ سب قرآن پر ہی قائم ہیں۔ ان الفاظِ قرآن ہی کی بدولت سارے علوم قائم ہیں۔ اگر یہ الفاظ نہ رہیں تو سارے کے سارے دیکھتے رہ جائیں۔ گو ہماری نظروں میں یہ تھوڑا کام ہے لیکن اگر خدا نخواستہ یہ الفاظ نہ رہیں تو تمام علوم منہدم ہوجاویں۔ یہی وجہ ہے کہ توراۃ وانجیل کا پتہ نہیں۔ کیونکہ ترجمہ ہوکر اصل کا خیال نہیں رکھا گیا۔ قیامت کی علامتوں میں سے یہ بھی ہے کہ الفاظِ قرآنی نہیں رہیں گے۔ یہ الفاظِ قرآن بنیاد ہیں سب علوم کے۔ اس لیے شکر اس نعمت کا یہ ہے کہ تم فاقہ سے مرو لیکن اس کو پھیلاؤ۔ البتہ اگر اس نعمت کو اپنے دل کے اندر لے لے اور قرآن پاک کا قدر دان ہو تو ہرگز کسی کی کوڑی پیسہ کی طرف توجہ نہ کرے۔ اپنی کسی حاجت کو کسی کے آگے نہیں لے جانا چاہیے۔ اپنی نیت کو درست کرلو کہ محض اللہ کی رضا اُس کی قیمت ہے۔ اسی واسطے جنت کے اندر جنتیوں کو جب سب نعمتیں مل جاویں گی اور جو چاہے گا سب مہیّا ہوجائے گا، اُس وقت سوال ہوگا کہ اگر کسی چیز کی ضرورت ہو تو بیان کرو۔ دنیا کا قاعدہ ہے کہ دس روپیہ کی آمدنی والا بیس روپیہ کو اور ہزار والا دو ہزار کو زیادہ سمجھتا ہے۔ سب کے سب یہ کہیں گے کہ خداوند ہم کو سب کچھ عطا فرمایا، اب اس سے زیادہ اور کیا نعمت ہوگی۔ اس پر حکم ہوگا کہ ہم تم سے راضی ہوگئے اب کبھی ناراض نہ ہوں گے۔ اس حکم کو سن کر اہلِ جنت کی حالت ہی اور ہوجائے گی اور اُن کو ایسی خوشی ہوگی کہ پہلی نعمتوں کو ہیچ سمجھیں گے۔ سو اس نعمتِ قرآن کا بدلہ سو دو سو روپیہ نہیں ہے اس کا بدلہ اگر ہے تو رضائے حق تعالیٰ ہے۔

قرآن کا پھیلانا تعلیم کا پھیلانا اسی امید پر ہو کہ اللہ راضی ہوجاوے۔ تم دیکھ رہے ہو کہ اگر بھوک کی وجہ سے مرنا ہوتا تو بادشاہ نہ مرتے۔ فقر وفاقہ کی وجہ سے نہ امیر مرتے ہیں نہ فقیر مرتے ہیں وقت پر سب کی موت ہوتی ہے۔ یہاں کی حالت یہ ہے کہ راحت وتکلیف سب فانی ہیں۔ مرنا اپنے وقت پر ہوتا ہے۔ نہ بادشاہ کو اس کی سلطنت کارآمد ہوسکتی ہے اور نہ فقیر کو اس کا فاقہ، البتہ ایک فرق ہے جس نے فقر وفاقہ کی تکلیف کو اٹھایا اور قرآن پاک کی تعلیم کو پھیلایا، اُس کے لیے سب نعمتیں موجود ہیں۔ تکلیف تو سب مٹ جاتی ہے اور ہمیشہ کے لیے نعمت اور سلطنت مل جاتی ہے۔ اب یہ حالت ہے کہ بہت سے لوگ کہتے ہیں کہ اللہ کے واسطے پڑھاتے ہیں اور پانچ روپیہ میں گزارہ کرسکتے ہیں۔ جہاں دوسرے نے سات روپیہ کی امید دلائی فوراً چھوڑ بھاگے۔ اور دو روپیہ کی خاطر اتنا بھی نہیں ہوتا کہ اتنے دنوں میں یہ کام چلا ہے اب اس کا یہ انجام ہوگا ''بِئْسَ الْعَبْدُ عَبْدُ الدِّیْنَارِ وَالدِّرْهَمِ'' (روپیہ پیسہ کا بندہ بھی کس قدر بُرا بندہ ہے، مفہوم حدیث) البتہ اگر کوئی اور امر دینی حارج ہو تو خیر مضائقہ نہیں ہے۔ کام تو اللہ کے واسطے کریں اور اس کی رضامندی کے واسطے۔ اب اللہ تعالیٰ اگر بندوں کے ذریعے روزی پہنچاویں تو یہ اس کا انعام ہے اس کو تنخواہ نہ سمجھو۔ جیسے مجاہد اللہ کے واسطے جان دیتا ہے

اور شہید ہوتا ہے۔لیکن اگر شہادت نہ بھی ہو بلکہ غنیمت مل جاوے تو بھی غازی ہوتا ہے۔لیکن اگر غنیمت کی ہوس میں جہاد کرتا ہے تو شہادت نہیں ہوتی۔اس لیے اخلاص کو قلوب میں جمالیں اور جو بندہ اللہ تعالیٰ کی طرف رجوع کرتا ہے اور قلب کو اس طرف لگالیتا ہے پھر وہ کیوں کرنا امید ہوسکتا ہے۔اخلاص ہونا ضروری ہے۔بلا اس اخلاص کے وہی مثال ہے جیسا کہ خنزیر اور موتیوں کے ہار کی۔ضرور خداوند کریم روزی دیں گے اور قرآن مجید کا معجزہ ہے۔جو قرآن مجید کا قدردان نہیں ہوتا وہ ذلیل ہوتا ہے خَسِرَ الدُّنْيَا وَالْاٰخِرَةَ اور جس کو دنیا طلبی مقصود نہیں ہوتی وہ خداوند کریم کے نزدیک دنیا میں بھی ممتاز ہوتے ہیں اور آخرت میں بھی۔اور اللہ چاہے اس کو فقر و فاقہ آتا ہی نہیں، جنھیں تم محتاج دیکھتے ہو اُن کو قدر رہی نہیں۔اوّل بات تو یہ عرض کرنی تھی۔

دوسری یہ ہے کہ جب آپ نے سمجھ لیا اور ارادہ کرلیا تو قلب کو اطمینان ہو جاوے گا۔اور پھر اگر کوئی بات ایسی نصیحت کی کہے جو کام میں مدد دے وہ قبول کرنا آسان ہوگا۔اسی واسطے حدیث میں آیا ہے کہ اچھی بات کو اہلِ فہم اس طرح تلاش کرلیتا ہے جیسے کوئی کھوئی چیز کی تلاش میں پریشان ہوتا ہے اور جب مل جاتی ہے تو جھٹ قبول کرلیتا ہے۔

آپ صاحبان کو معلوم ہے کہ بحمداللہ تعالیٰ آپ سب صاحبان کی نہ ذاتی غرض ہے اور نہ کارکنان کی۔کسی قسم کی وجاہت اور نفع دنیاوی نہیں ہے۔محض یہی غرض ہے کہ قرآنِ پاک کی حفاظت بہت زور کے ساتھ کی جاوے۔اس کے الفاظ کی حفاظت میں کوشش درکار ہے۔جب سب کا یہی مدعا ہے تو سب کو مل کر سعی کرنی چاہیے کہ کون سے طریقے ہیں جن سے حفاظت میں سہولت ہو۔مولوی نور محمد صاحب نے جو یہ ہمت باندھی ہے کہ اس کی تعلیم میں جو نقص ہوں، اس کی اصلاح کریں، اس کی اصلاح کے قاعدے خود اُن کی زبان سے سن لیں اور عمل کریں۔

اس میں تین قسم کے لوگ نکلیں گے۔اوّل جو صاحب نصاب پر قادر اور طرزِ تعلیم سے واقف ہیں، اُن کے واسطے کسی قسم کی ہدایت کی ضرورت نہیں ہے۔وہ مولوی صاحب سے زبانی تبادلۂ خیالات کرلیں۔دوم جو صاحب نصاب پر قادر ہیں لیکن طرزِ تعلیم سے واقف نہیں ہیں، اُن کو مہینہ بیس دن قیام کر کے اس کمی کو پورا کرنا چاہیے۔تیسرے جو صاحب نہ نصاب پر قادر ہیں اور نہ طرزِ تعلیم سے واقف ہیں ان کو البتہ ذرا عرصہ تک ٹھہر کر سیکھنے کی ضرورت ہے اور اس عرصہ کی تعیین بھی نہیں ہوسکتی۔جتنی دیر میں کوئی صاحب اپنی کمی کو پورا کرسکیں۔اور یہاں ٹھہرنے میں اُن صاحبوں کو ان شاءاللہ تعالیٰ کسی قسم کی تکلیف بھی نہیں ہوگی۔اگر کسی قسم کی تکلیف ہو بھی تو اس نعمت کے مقابلہ میں کچھ بھی نہیں ہے۔

کیونکہ حقیقت میں تمام دنیا مفلس ہے اور نعمت سے مالا مال اور بادشاہ بن کر وہ جاتا ہے جو قرآن پاک کی قدر کرتا ہے۔بس مجھے تو اتنا ہی عرض کرنا تھا، اب اللہ تعالیٰ سے دعا کرو کہ اللہ تعالیٰ ہماری نیتوں میں اخلاص دیں اور اپنے قرآن پاک کی حفاظت کا بہترین طریقہ ہمیں تلقین فرمائیں۔فقط